سوالنمبر 1۔

نظیر اکبر آبادی نے اپنی نظم "روٹیاں" کو انسانی افعال و کردار کا محور و مرکز قرار دیا ہے۔ نظم کے حوالے سے تبصرہ کیجئے۔ (25)

جواب:

اردو ادب میں نظیر اکبر آبادی کی انفرادیت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے فکری سطح پر عوامی فلسفے اور سماجی شعور کو اپنے زمانے سے ہٹ کر ایک اچھوتے اور دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔ اور فنی سطح پر زبان و بیان، صنائع و بدائع، روجہ تصورات سے ماورا ہو کر اپنی تخلیقات پیش کیں جو کہ زمان و مکان کی قبر سے آزاد ہو کر انسانیت کے درجے پر فائز ہیں۔ مندرجہ بالا نظم بھی ان کی ایک شاہکار نظم ہے جس میں انہوں نے انسان کی بنیادی ضرورت یعنی "غذا" اور اس کے حصول کے فلسفے پر روشنی ڈالی ہے۔

بظاہر یہ نظم بہت عام سے موضوع کے اوپر لکھی گئی ہے اور بہت سادہ الفاظ کا چناؤ کیا گیا ہے لیکن یہ زندگی کے ایک بہت اہم فلسفے کی عکاسی کرتی ہے۔ روٹی، کپڑا اور مکان ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ انسان شاید تعلیم، تربیت، اچھا کپڑا اور چھت کے بغیر زندگی گزار لے، لیکن روٹی کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ "روٹی" ایک ایسی ضرورت ہے جو انسان کو ہر اچھا اور بُرا کام کرنے پر مجبور کر دیتی ہے جیسا کہ شاعر نے ایک بند میں کہا ہے کہ:

روٹی نہ پیٹ میں ہو، تو پھر کچھ جتن نہ ہو
میلے کی سیر، خواہش باغ و چمن نہ ہو
بھوکے غریب دِل کی خدا سے لگن نہ ہو
سچ ہے کہا کسی نے کہ بھوکے بھجن نہ ہو
اللہ کی بھی یاد دلاتی ہیں روٹیاں

جیسا کہ اس بند سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کے لیے اس کی پیٹ کی آگ بجھانا سب سے زیادہ اہم ہے۔ اگر کوئی انسان بھوکا ہو تو اس کو دنیا کی کوئی نعمت نظر نہیں آتی۔ اس شخص کو نہ ہی عبادت کا ہوش ہوتا ہے اور نہ ہی دنیا کا۔ اس کو نہ ہی حلال کا خیال رہتا ہے اور نہ ہی حرام کا۔ اس وقت "روٹی" اس کی سب سے بڑی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ کوئی اور چیز اس کے پیٹ کے ایندھن کو نہیں جلا سکتی۔ جیسا کہ ایک بار ایک بھوکے فقیر سے پوچھا گیا کہ سورج اور چاند کس چیز سے بنے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ مجھے تو وہ روٹی جیسے دکھائی دیتے ہیں۔

دیکھا جائے تو انسان کی زندگی کا مرکز ہی روٹی کا حصول ہے۔ وہ زندگی میں ہر کام صرف روٹی کے لیے کرتا ہے۔ انسان ہو یا جانور اپنی پوری زندگی روٹی کے پیچھے بھاگتے گزار دیتا ہے۔ ایک جانور بھی سب سے پہلے اپنے بچے کو شکار کروانا سکھاتا ہے۔ ہم تعلیم بھی اسی لیے حاصل کرتے ہیں کہ جائز اور حلال طریقے سے روٹی کما سکے۔ ہر انسان روٹی کے حصول لیے معاشرے کی

تمام پابندیوں کو بھلا بیٹھتا ہے۔ انسان کے تمام اچھے اور بُرے فعل وہ صرف روٹی کی بدولت سرانجام دیتا ہے۔ مختلف لوگ مختلف شعبے اختیار کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ مختلف پیشے اختیار کرلیتے ہیں۔ چاہے وہ حلال ہو یا حرام، یعنی طوائف، نوکر، مسجد امام، چوکیدار، ماسی، وزیر، استاد، ڈاکٹر، وکیل، چور، اور ڈاکو بھی روٹی کی خاطر برائی کا راستہ اختیار کرلیتے ہیں۔ انسان اپن اور اپنے گھر والوں کا پیٹ بھرنے کے لیئے ہر جتن کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ ہمارے ذہن میں بھی دوسروں کو کھانا کھلانے کو بہت پسند کیا گیا ہے۔ شاعر نے اپنی پوری نظم میں روٹی اور اسے سے جُڑی ہر اچھائی اور برائی کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ مختلف لوگوں کو روٹی کمانے کے لیئے عزت دار راستے مل جاتے ہیں مگر کچھ لوگوں کو اس کے حصول کے لیئے غلط راستے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ یہ ایک روٹی انسان کو مختلف روپ دھارنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ ایک شخص کو اگر آرام سے بیٹھے روٹی مل جاتی ہے تو اس کے لیئے شکر کرنا آسان ہے لیکن وہ شخص جو اس روٹی کے لیے تگنی چگنی محنت کرتا ہے وہ اس روٹی کی اہمیت سے باخوبی واقف ہے۔ نظیر نے اس نظم کا اختتام اس خوبصورت بند سے کیا ہے:

روٹی کا اب ازل ہے، ہمارا تو ہے خمیر
روکھی بھی روٹی حق میں ہمارے لیے شہد و شیر
یا پتلی ہووے موٹی، خمیری ہو یا فطیر
گیہو کی، جوار باجرے کی ، جیسی ہو نظیرؔ
ہم کو تو سب طرح کی، خوش آتی ہیں روٹیاں

اس نظم کو پڑھ کر ہر قاری اس بات کا اعتراف کرے گا کہ بلاشبہ یہ نظم انسانی افعال و کردار کا محور و مرکز ہے۔ یہ روٹی اور اس کی اہمیت اور حصول کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ نظیر نے اس نظم میں اپنے قلم کا بہترین استعمال کیا ہے اور معمولی لفظوں میں ایک بہت بڑا فلسفہ ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔